تجلیاتِ اُفق

(از جناب میر افق صاحب کاظمی امروہوی)

مدارِ عقل نظر کے سوا کچھ اور نہیں
مقامِ عشق خبر کے سوا کچھ اور نہیں

نظر میں ذوقِ نظر کے سوا کچھ اور نہیں
جگر میں تابِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں

کسی کا اُنس ہی انساں بنائیگا ورنہ
بشر کی ذات میں شر کے سوا کچھ اور نہیں

سرابِ دہر سے کیا تشنہ کام ہو سیراب
یہ اک فریبِ نظر کے سوا کچھ اور نہیں

یہ برقِ حُسن ہے یارب کہ عکسِ شعلۂ شوق
نظر میں رقصِ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

کبھی نہ دل سے بجھے روشنی محبت کی
قمر میں نورِ قمر کے سوا کچھ اور نہیں

نظر فریب ہے ہر منظرِ حسین لیکن
مری نظر میں سحر کے سوا کچھ اور نہیں

خطر ہے عشق کے رہرو کا فرشِ پا انداز
تری نظر میں خطر کے سوا کچھ اور نہیں

بجا کہ تیرا سفر صد سقر بداماں ہے
علاجِ قطعِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

نہ ڈال رختِ اقامت جہانِ فانی میں
یہ ایک راہ گزر کے سوا کچھ اور نہیں

سہیم کوثر و تسنیم و سلسبیل ہے شیخ
یہاں تو دامنِ تر کے سوا کچھ اور نہیں

دلِ فلک میں لگا گرمیِ نوائے اُفق
کہ درجِ شعر اثر کے سوا کچھ اور نہیں